

دَعَوَاتِ إِلَى اللَّهِ

www.sirat-e-mustaqeem.net

دَعْوَتِ اِلٰی اللّٰهِ

الْحَمْدُ لِلّٰهِ نَحْمَدُهُ وَنُسْتَعِیْنُهُ وَنَسْتَغْفِرُهُ وَنُؤْمِنُ بِهِ وَنَعُوْ بِاللّٰهِ مِنْ
شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَیِّئَاتِ اَعْمَالِنَا مَنْ یُّهْدِیْهِ اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهُ وَمَنْ یُّضِلِّهِ
فَلَا هَادِیَ لَهُ وَاشْهَدُ اَنْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُوْلُهُ.

اما بعد۔ اللہ کے بندو! آج دنیا میں ایک قیامت برپا ہے۔ ہر طرف نا انصافی ہے۔ ظلم و جور ہے۔ کہیں سکون نہیں۔ کوئی عافیت کی جگہ نہیں۔ جانتے ہو کہ یہ نساۓ عظیم کیوں برپا ہوا۔ یہ جو انسان درندہ بن گیا ہے اور انسانیت انگاروں پر لوٹ رہی ہے۔ اس کی کیا وجہ ہے، وجہ صرف ایک ہے۔ اور وہ یہ کہ انسان نے اپنے مالک کے ساتھ کیا ہوا وعدہ پورا نہ کیا۔ احسان مندی کا حق ادا کرنے سے انکار کر دیا۔ وہ جس نے زمین کو بچھایا۔ اور آسمان کو بلند کیا، وہ جو صبح شام کا مالک ہے، جس نے کائنات کو انسان کی خدمت میں لگا دیا، زمین اس کے لئے رزق آگتی ہے، آسمان بارش برساتا ہے، عموماً اس سے اسے ٹھنڈک ملتی ہے، سورج گرمی پہنچانے کے لئے موجود ہے، مکان سکون حاصل کرنے کا ٹھکانا ہے۔ گھر والوں سے دل بہلتا ہے۔ دولت کام بنانے کے لئے حاضر ہے۔ یہ سب کچھ جس کی کار فرمائی ہے اس کے ساتھ انسان نے بلکہ قریب قریب پوری انسانیت نے احسان فراموشی کا رویہ اختیار کیا۔ اور وہ ہدایت وہ رہنمائی جو اس کی طرف سے ملی تھی یکسر فراموش کر ڈالی۔ یہ اسی طرز عمل کا نتیجہ ہے کہ زندگیاں تلخ ہیں، آبرو باقی نہیں رہی، انصاف کا جنازہ اٹھ چکا ہے، ہر جگہ ایک بے کلی ہے، بے چینی ہے۔ حسرت و یاس ہے۔ اور سب سے بڑا غضب تو یہ ہے کہ مسلمان امت جس کو پروردگار نے اس لئے پیدا کیا تھا کہ وہ خیر کی دائی بنے، برائی سے لوگوں کو روکے اور اللہ تعالیٰ کے رنگ میں رنگ کر یک رنگ ہو جائے، یکسو بن جائے، وہ تک اپنے مالک کو بھول چکی ہے۔ وہ جو زمین کے نمک تھے، جو پہاڑی کے چراغ بنائے گئے تھے ان کا حال یہ ہو گیا ہے کہ آج ہر جگہ مشرق سے مغرب تک اور شمال سے جنوب تک اللہ تعالیٰ کے باغی، اس کے نبی ﷺ کی سنت کو پس پشت ڈالنے والے، آخرت سے بے پرواہ اور خالی دنیا پر مگن ہیں اب جب اس امت کا یہ حال ہو جائے، ان کا یہ عالم ہو جائے جو خیر کے ذمہ دار بنائے گئے تھے تو پھر دنیا کی بربادی پر تعجب کیوں ہو۔ آج یہ اللہ تعالیٰ کی کتاب کے حامل، یہ ایمان دار کہلائے جانے والے جو کبھی سرفراز و سرخرو تھے، کامران و سر بلند تھے، ایک ایک خطہ میں مغلوب ہیں ان کی آبروئیں پامال کی جاتی ہیں، ان کی بستیاں اجڑتی ہیں، ان کے نو نہالوں کو چھیدا جاتا ہے، ان کے گھروں کو آگ لگائی جاتی ہے، اور وہ سرگردان ہیں، حیران و پریشان ہیں، کہاں جائیں کیا کریں۔ زمین ان کا بار اٹھانے سے انکاری ہے، اور آسمان ان پر سایہ کرنے سے گریزاں نظر آتا ہے، وہ جو کبھی امام تھے آج مقتدی بننے کے لائق نہیں رہے۔ جو اللہ تعالیٰ کو ایک مان لینے اور اس کے آخری نبی ﷺ کی سنت کو اختیار کر لینے کے بعد

جہاں بانی کے منصب پر فائز کئے گئے تھے، غلامی کی زنجیروں میں جکڑے ہوئے کراہ رہے ہیں لیکن خلاصی کی کوئی راہ نہیں پاتے ہمتیں پست ہیں، ذہن پریشان، خون کی گرمی و حرارت باقی نہیں رہی اپنی زلت اور رسوائی پر، اپنی خرابی اور خستگی پر کڑھتے تو ہیں مگر مجبور ہیں۔ دنیا کہتی ہے کہ وہ جو اسلام تھا مٹ چکا تو میں اُٹھتی ہیں اور برباد ہو جاتی ہیں، نظریات وجود میں آتے ہیں اور موت کی نیند سو جایا کرتے ہیں۔ وہی عام قاعدہ اسلام پر بھی حق ثابت ہوا۔ اور یہ مسلمان جو کسی زمانے میں ابھرتے تھے ان کو بھی اسی سطح پر آنا پڑا جو اوروں کے لئے مقدمہ رہے اور کیوں نہ کہیں جب پوری امت کا حال یہ ہے کہ اس کی زندگی اسلام سے دور اور ہر اس چیز سے قریب ہے جس کی جھوٹی چمک دمک اس کی آنکھوں کو خیرا کر دے۔ کیسے یہ آواز نہ اُٹھے کہ امتِ مسلمہ نام کی کوئی قابلِ ذکر امت اب پائی نہیں جاتی۔ جب خود اس امت کے فرزند اپنے دین سے بیگانہ اور دین اُن کے لئے اجنبی بن گیا ہو۔ گویا وہ زمانہ آ گیا ہے جس کے متعلق کہا گیا تھا:

بَدَأَ الْإِسْلَامُ غَرِيبًا وَسَيَعُودُ كَمَا بَدَأَ فَطُوبَىٰ لِلْغُرَبَاءِ. (رواہ مسلم)

یعنی یہ اسلام جب آیا تھا۔ اجنبی تھا، پردیسی تھا کوئی اس کو پہچاننے پر راضی اور اس کی طرف التفات کرنے کو تیار نہ تھا پھر یہ طاقت والا بنا لوگ اس کی طرف بڑھے اس کو ہاتھوں ہاتھ لیا اس کو قبول کرنے میں عزت محسوس کی۔ اس کے ساتھ روابط پر فخر والے بنے لیکن ایک وقت پھر آنے والا ہے جب اللہ تعالیٰ کے بندوں کے درمیان پھر اسلام غریب بن جائے گا، پردیسی ہو جائے گا، اجنبی نظر آئے گا، کوئی اس کی طرف التفات کرنا کووارہ نہ کرے گا، کوئی اس کو اپنانے کے لئے تیار نہ ہوگا، اس سے اپنے کو منسوب کرنے سے شرمائے گا اُس وقت بہت تھوڑے لوگ اُس اسلام کو مل سکیں گے جو اس کی غربت میں، اس کی اجنبیت کے باوجود اُس کو قبول اور اختیار کریں گے اور یہ وہ لوگ ہوں گے جن کے متعلق زبانِ نبوت کہتی ہے: **فَطُوبَىٰ لِلْغُرَبَاءِ** یعنی مبارک باد ان لوگوں کے لئے ہے جو اس زمانے میں اسلام کے لئے اجنبی بن جانے والے ہوں گے تم دیکھو گے کہ

وَهُمُ الَّذِينَ يُصْلِحُونَ مَا أَفْسَدَ النَّاسُ مِنْ بَعْدِي مِنْ سُنتِي (رواہ الترمذی)

یہ غرباء وہ ہیں کہ میری سنت میں لوگوں نے جو فساد میرے بعد ڈال دیا ہوگا اس کو دُور کرنے اور پھر سے اس کو اپنی اصلی شکل میں لانے کی کوشش کریں گے۔ یہی صحیح معنوں میں اللہ تعالیٰ کو محبوب ہوں گے، اور ان کا عمل اس کی بارگاہ میں قابلِ قبول ٹھہریگا۔ کیا یہ صحیح نہیں ہے کہ وہی زمانہ ہمارے سامنے آمو جو ہو وہی اسلام کی غربت ہے۔ وہی چند غرباء ہیں جو اس حال میں بھی دین سے اپنے آپ کو چمٹائے ہوئے ہیں، اور زمانہ ہے کہ دین کے نام تک سے گریزاں ہے۔ یہ عالم ہو گیا ہے اللہ کے بندو! اب ایسی حالت میں جب معاملات یوں تلپٹ ہو جائیں اور جب انسانیت کی امت یوں ماری جائے کیا کرنا ہے۔ کیا کہ دیں کہ جو ہونا تھا ہو چکا، جو بتنی تھی بیت چکی، اب زمانے کی گاڑی کو پیچھے کی طرف واپس موڑنا ممکن نہیں ہے، جس بربادی کے گڑھے کی طرف انسانیت کا قافلہ بڑھتا چلا جا رہا ہے اس میں گر کر رہے گا، اب روکنے کی کوشش بیکار ہیں۔ یہ کہا بھی جاسکتا ہے اور حالات مجبور کر رہے ہیں کہ یہی کہا جائے..... لیکن کیا ایمان اس پر راضی ہو سکتا ہے؟ کیا کوئی مسلمان مسلمان رہتے ہوئے بھی اس بات کو کووارہ کر سکتا ہے

کہ اسلام پر کسپرسی کا عالم طاری رہے؟ اللہ تعالیٰ کا دین دنیا میں مغلوب ہو جائے؟ پروردگار کے احکام کی کوئی قیمت نہ اٹھے، شیطان اپنا تخت بچھائے، دُعا نانا رہے؟ طاغوت کے جھنڈے بلند رہیں اور سیاہ اندھیرے انسانیت کو اپنی لپیٹ میں لے لیں؟ کیا کوئی کلمہ کو جو اپنے کو کلمہ کو کہتا ہے اس حالت کو برداشت کر سکتا ہے کیا مسلمان پر لازم نہیں ہے کہ اس کا دل اس کے سینے میں لمرز جائے؟ اس کی آنکھیں بہہ پڑیں اور وہ خون کے آنسو روئے؟ اس کے قویٰ میں جنبش اور اس کے جزبات میں طلاطم برپا ہو جائے؟ کیا جو ایمان اس چیز کو دیکھنے کے بعد بھی خاموش رہے ایمان کہلائے جانے کا مستحق ہے، اس ذات کی قسم جس نے زمین کو بچھایا اور آسمان کو بلند کیا ہے، یہ ایمان پروردگار کی بارگاہ میں ناقابل اعتبار، قابل رد ہے۔ مردود ہے وہ ایمان جو یہ سب کچھ ہوتے دیکھے اور اس کے بعد خاموش تماشائی بنا رہے۔ لوگ کہتے ہیں کہ کیا کیا جائے، کیا کریں۔ حالات قابو سے باہر ہیں، قوتیں جواب دے چکی ہیں، بُرائتیں ہیں کہ ان میں کوئی دم باقی نہیں رہا، کیا چیز ہے جس کو لیکر اٹھیں۔ پوچھتے ہیں کہ کیا تم ہی بتاؤ کیا لائے ہو؟ کس چیز کو پیش کرتے ہو؟ حالات یہ ہیں اس وقت کیا کرو گے؟ کس طرح سے اس بربادی کو دور کر نیکا ارادہ ہے۔ اس رسوائی سے اُمت کو کیسے نکالو گے؟ تمہارے پاس کوئی تدبیر ہو تو لاؤ پیش کرو۔ ہمارا جواب ایک ہے خالص ایک جواب، اور وہ یہ کہ جس طرح ہمیں ایک مالک کی ذات پر یقین ہے، جس طرح ہم یہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے نبی برحق محمد عربی ﷺ اس کے آخری نبی ہیں اور جیسے ہم یہ یقین رکھتے ہیں کہ ایک دن ہمیں مرنا ہے، اور مرنے کے بعد اٹھنا ہے اور پھر اٹھ کر بارگاہِ ایزدی میں پیش ہونا ہے اسی طرح ہم کو یہ بھی یقین ہے کہ یہ دین وقتی اور ہنگامی دین نہیں ہے، یہ صرف چودہ سو برس پہلے ہی خیر و برکت کا منبع نہیں تھا بلکہ قیامت تک کے لئے اس میں سب کچھ ہے۔ یہی ایک خزانہ ہے جہاں سے سب کچھ مل سکتا ہے اور وہ مالک جس نے مسلمان کو مسلمان بنایا ہے، جس نے اس کے لئے کتاب نازل فرمائی، اپنے آخری نبی ﷺ کو مبعوث کیا، وہ کہتا ہے کہ اگر تم صحیح معنوں میں مومن بن جاؤ، اللہ تعالیٰ پر تمہارا یقین پختہ ہو جائے تو تم ہی سر بلند ہو گے، تم ہی کامران بنو گے، سرفرازی تمہارے قدم چومے گی، تاجداری و کجھلا ہی کے حق دار تم ہو گے، دُنیا اور آخرت کی برکتیں تم پر نچھاور کی جائیں گی، تم زمین کے وارث اور تم ہی جتنوں کی بے حساب نعمتوں کے مالک ہو گے۔ شرط ایک ہے اور وہ یہ ہے کہ صحیح معنوں میں مومن بن جاؤ:

وَأَنْتُمْ الْأَعْلَوْنَ إِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ (آل عمران: آیت ۱۳۹)

اور تم ہی سر بلند ہو گے اگر تم مومن بن جاؤ (یہی ایک نسخہ کیمیا ہے۔ یہی ساری بیماریوں کا علاج اور یہی ساری مصیبتوں کا "ایک" حل ہے، لیکن مومن وہ مومن نہیں جو صرف زبان سے کہ دے کہ **آمَنْتُ بِاللّٰهِ** (میں اللہ تعالیٰ پر ایمان لے آیا) اور جس کو ماں کے دودھ کی طرح سے وراثت میں اسلام ملا ہو، مالک فرماتا ہے ہمارے یہاں یہ ایمان معتبر نہیں۔ ہمارا وعدہ اس ایمان سے نہیں ہے کہ ہم اس پر خیر و برکت کے خزانے نچھاور کریں گے، ہمارے یہاں تو صرف اس ایمان کی قدر ہے جو ایمان ایمان ہونے کا حق ادا کر دے:

إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ الَّذِينَ آمَنُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ ثُمَّ لَمْ يَرْتَابُوا وَجَاهَدُوا بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنْفُسِهِمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ أُولَٰئِكَ هُمُ الصَّادِقُونَ (الحجرات ۱۵) (فرمایا گیا) کہ

ایمان، ایمان کی رٹ لگائے ہوئے ہو) ایمان دارینا کوئی معمولی بات ہے۔ مومن تو صرف وہی لوگ ہیں جن کی کیفیت یہ ہو کہ

إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ الَّذِينَ آمَنُوا بِاللَّهِ وہ اللہ تعالیٰ پر پختہ یقین رکھیں۔ یہ یقین کہ وہی ایک مالک ہے انسانیت کا وہی

خالق وہی آقا ہے، اسی نے کائنات کو پیدا کیا ہے، وہی زندگی اور موت پر قادر ہے، اسی کو نفع و نقصان کا اختیار ہے، اسی کی خوشی سے

سب کچھ ہوگا، وہ ناراض ہو جائے تو کسی کی خوشی کام نہیں آسکتی، وہی ہے جس نے زمین کو بچھلایا اور آسمان کو بلند کیا ہے، ہواؤں کو

وہی چلاتا ہے۔ بارش برسانے والا وہی ہے۔ چاند و سورج کو، کو اکب اور ستاروں کو اسی نے کام میں لگا رکھا ہے، وہ ایک اکیلا پروردگار

ہے اُس کے ساتھ کوئی شریک نہیں، سارے اُس کے بندے ایک ایک بات میں اس کے دست نگر ہیں، وہ بے ہمتا ہے، لاشریک

ہے، بڑے سے بڑا نبی، معزز سے معزز فرشتہ اور بلند سے بلند رتبے والا وہی، اس کا غلام اس کا محتاج ہے، اس کے حکم کا پابند اور اس

کی رضا کی طلب کا حریص ہے کسی کو اس کی بارگاہ میں دم مارنے کا یا رائیں اتلا یہ کہ وہ خود کسی کو اجازت دیدے کہ ہاں تم زبان

کھول سکتے ہو، وہ کسی کی مدد کے بغیر خود پوری کائنات کا نگران ہے، ہر کمزوری سے پاک۔ زندہ جاوید ہے، اس کی بادشاہی ہر چیز کو

گھیرے ہوئے ہے، اور یہ جھوٹے معبود جو اس کے ساتھ یا اس کو چھوڑ کر تڑپا لئے گئے ہیں، ان کے پاس کچھ نہیں، وہ خود اپنے نفع و

نقصان پر قدرت نہیں رکھتے کسی اور کا کیا بھلا کریں گے، کسی اور کی کیا جھولی بھریں گے، کون کسی کو نواز سکتا ہے کہ بندہ نواز بنے

؟ کون مشکل کشا ہو سکتا ہے کہ مشکل کشائی کرے، کس کے پاس کچھ ہے کہ وہ دے اور دانا کہلائے، دیکھ کر کرنے کی کس میں

طاقت ہے؟ اور جو دنیا سے جا چکے ہیں مردہ ہیں اُن کو اپنی خبر نہیں تمہاری کیا ہوگی۔ **اللہ ایک ہے** جو آقا ہے، کبریائی اس کو زیب دیتی

ہے، جبروت اس کا حق ہے، علم کا وہ مالک ہے۔ حکمت اس کی صفت ہے۔ وہ اگر راضی ہے تو کسی کی ناراضگی کا کچھ خوف نہیں اور اگر

اس کو ناراض کر لیا جائے دوسروں کو راضی کرنے کے لئے تو پھر کوئی نہیں ہے کہ بگڑی بنا سکے۔ اس کی پکڑ بہر حال آئے گی، اس کا

عذاب بہر حال برس کے رہے گا اور سارے جھوٹے حمایتی عاجز اور لاچار رہ جائیں گے، وہی اس لائق ہے کہ اس کا حکم مانا

جائے، وہی اس کا مستحق ہے کہ اس کے آگے سجدہ ریزی کی جائے، وہی اس بات کا سزاوار ہے اس سے امیدیں وابستہ کی جائیں

، اس سے خوف کھایا جائے، واسطہ اور وسیلہ کے بغیر اُسی سے دعائیں مانگی جائیں۔ اور یہ جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ شریک بنا لئے گئے

ہیں، زندہ اور مردہ آستانے اور قبریں، تپے اور درگا ہیں، ان کے پاس کچھ نہیں، یہ تو کچھ بنا سکتے ہیں اور نہ کچھ بگاڑ سکتے ہیں۔

یہ جن کا معاملہ اور جن کے ایمان کا یہ عالم ہو جائے کہ وہ سب سے پہلے غیر اللہ کا انکار کریں، اور اللہ تعالیٰ کے اقرار پر ان کا یقین ختم

جائے، مالک فرماتا ہے صحیح معنوں میں مومن یہ ہیں اور ان کا ایمان اللہ تعالیٰ کے یہاں معتبر ہے، وہ جو یقین رکھتے ہوں کہ ان کے

مالک کا حکم، اس کا قانون، حرف آخر ہے۔ اس کی ہر بات حق اور اس کا فرمانا بجا ہے، اور اس کے خلاف ہر چیز باطل، ہر حکم مردود ہے

یہی توحید خالص اور انکار شرک ایمان باللہ کی جان ہے

فَمَنْ يَكْفُرْ بِالطَّاغُوتِ وَيُؤْمِنْ بِاللَّهِ فَقَدِ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقَىٰ لَا انْفِصَامَ لَهَا

(البقرة: ۲۵۶) دوسری صفت مومنوں کی اللہ تعالیٰ یہ بیان فرماتا ہے کہ **اٰمَنُوْ بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهِ** کہ اللہ تعالیٰ پر ایمان

لائیں اور اس کے آخری نبیؐ پر ان کا یقین جم جائے کہ وہ آخری نبیؐ ہیں، یہی وہ نبیؐ ہیں کہ جب سے نبوت پر فائز ہوئے ہیں، اس روز سے لیکر صور کے پھونکنے جانے تک کوئی اور قانون آنے والا نہیں ہے، انہی کا دیا ہوا قانون قانون ہوگا، انہی کی بات بات روز سے معاملے میں دنیا والوں کو جو طریقہ انہوں نے بتا دیا ہے وہی حق ہے، جو اُسوہ چھوڑ گئے ہیں اسی کی پیروی لازم ہے، چاہے وہ معاملہ صورت و شکل کا معاملہ ہو، رہن سہن کے متعلق ہو، لباس کے تراش و خراش کے انداز بیان کرنا ہو، عقائد سے تعلق رکھتا ہو یا عبادت و معاملات سے، تہذیب و تمدن یا زندگی کے کسی اور گوشے سے متعلق ہو۔ نبی ﷺ نے جو طریقہ دیدیا ہے وہی حق اور قائم رہنے والا ہے وہی اللہ تعالیٰ کو پسند ہے۔ اور اس سے سرمو نحراف اور اس میں معمولی سے معمولی تبدیلی ممکن نہیں کیونکہ مالک

خود فرماتا ہے: **وَمَا آتَاكُمُ الرَّسُولُ فَخُذُوهُ وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوا** جو کچھ بھی تمہیں رسول ﷺ دے

دیں اسے قبول کرلو (اور یہ ”جو“ بے قید ”جو“ ہے یعنی جس معاملے میں اللہ تعالیٰ کے نبی ﷺ جو چیز بھی دے دیں اسے پکڑ لو) اور

جس چیز سے روک دیں اس سے رُک جاؤ **وَاتَّقُوا اللَّهَ إِنَّ اللَّهَ شَدِيدُ الْعِقَابِ (الحشر: ۷)** (اللہ تعالیٰ سے

ڈرو اللہ تعالیٰ شدید عذاب دینے والا ہے)۔ اور یہ حکم کوئی سفارش نہیں ہے۔ بلکہ تاکیدِ حکم ہے کہ اگر تم نے اس سے روگردانی کی اور

اس معاملے میں اللہ تعالیٰ سے خوف نہ کھایا تو یا درکھو کہ پروردگار وہ ہے جو شدید ترین عذاب دے سکتا ہے اور بدترین عقوبت میں

ڈال دینا اس کے بس میں ہے، اس کے مقابلے میں کوئی حامی و ناصر ماننا ممکن نہیں ہے۔ اس لئے ایمان بالرسول کا تقاضہ یہ ہے کہ جو

چیز بھی نبی ﷺ سے ملے اسے بسر و چشم قبول کیا جائے اور جو چیز اُن کے طریقے سے متصادم ہو قیامت بھی آجائے تب بھی نہ مانی

جائے۔ وہ ہی ایک اکیلے ہادی رہنما ہیں اور ہر چیز انہی کی سنت پر پرکھنے کے بعد قابل قبول یا لائق رد ٹھیرے گی۔ اور یہ کہنے کے بعد

إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ الَّذِينَ آمَنُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ ثُمَّ لَمْ يَرْتَابُوا سے پروردگار نے اس ایمان کو پابند کر دیا

ہے مومن تو صرف وہی ہیں جو اللہ تعالیٰ پر ایمان لائیں، اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ پر ایمان لائیں، **ثُمَّ لَمْ يَرْتَابُوا** پھر شک نہ

کریں یعنی یہ ایمان مُتَرَدِّد ایمان نہ ہو، ڈانوا ڈول ایمان نہ ہو، جما جلیا ایمان ہو، ایسا ایمان جس کے اندر رُتب اور شک بار نہ پا

سکے۔ فرمایا جا رہا ہے کہ مومن تو دراصل یہ ہیں جو یوں مانیں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کو، جن کا دل اس طرح ٹھک جائے کہ

اگر ساری دنیا اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی کسی بات کے خلاف مل کر آواز اُٹھائے اور کائنات کا ایک ایک ذرہ اس کا ساتھ

دے، تب بھی مومن اس کو نہ مانے گا۔ رد کر دے گا، اپنے وجود کی ساری توانائیوں کے ساتھ ٹھکرادے گا، اور پکارے گا کہ یہ بات

بالکل غلط ہے، صرف اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ ہی کی بات کو صحیح ہونے کا حق پہنچتا ہے، اور یہ ساری آوازیں، یہ ساری چیخ و پکار، جاہلانہ غلّ ہے، شور و شغب سے زیادہ اس کی کچھ حیثیت نہیں مومن تو اس کا ساتھ دینے کی بجائے اس کو شش میں لگ جائے گا

کہ اس آواز کا گلا گھونٹ دیا جائے۔ اس لئے کہ یہ ایک باطل آواز ہے۔ اللہ تعالیٰ کی دشمن آواز ہے، ایمان سے برسرِ پیکار گروہ کی نامردانہ چیخ و پکار ہے، کائنات میں نفاق کی درپے اور انسان کو جہنم کا بلاوہ ہے۔ اس طرح سے مومن صحیح معنوں میں وہ ہے جس کا ظاہر و باطن ایک ہو، جس چیز کو حق جانتا ہو اس پر عمل کر کے اس کے حق ہونے کی کو اہی دے اور اگر کوئی بات اپنے اندر ایسی پائے جو ایمان کے ساتھ میل نہیں کھاتی تو اس پر لازم ہے کہ ہمت کے ساتھ اس سے چھٹکارا حاصل کرنے کی براہِ کوشش کرتا رہے۔ یہ ایمان نہیں ہے کہ کسی بات کو ناحق جانتے ہوئے صرف اس وجہ سے قبول کر لے کہ دنیا کا چلن یہی ہے، یہاں رہنا ہے تو اس سے منفی نہیں مومن تو زبان سے اس بات کو رد کرے گا۔ عمل سے اس کی مخالفت میں زور لگائے گا، اپنے جیتے جی اس کو ماننے پر ہرگز تیار نہ ہوگا چاہے کم نظر دنیا داروں کی نگاہ میں اس کا اور اس کی اولاد کا مستقبل تاریک ہوتا ہی کیوں نہ نظر آئے۔ مومن تو اس کی مخالفت میں چوٹ کھانا اپنی کامیابی سمجھے گا، اللہ تعالیٰ سے اس کی توفیق کے لئے دعا کرے گا۔ ایمان کی ان دو (۲) شرطوں کے بعد تیسری شرط اللہ تعالیٰ نے یہ لگائی ہے کہ **وَجَاهِدُوا بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنْفُسِهِمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ أُولَٰئِكَ هُمُ**

الصَّادِقُونَ مومن تو صرف وہ ہیں جو اللہ تعالیٰ اور اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ پر ایمان لانے کے بعد اپنے ایمان کو شک و شبہ سے بالاتر کر لیں اور پھر اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کریں، اللہ تعالیٰ کے کلمہ کو سر بلند کرنے کے لئے، اس کے دین کو دنیا میں قائم اور ثابت کرنے کے لئے اپنا مال بچھا کر دیں۔ اپنی جانوں تک کو پیش کر ڈالیں۔ یعنی یہ لوگ نچلے بیٹھنے والے نہیں ہیں۔ جس چیز کو انہوں نے حق پایا ہے اور جس کو خود اختیار کر چکے ہیں اسی کو قائم کرنے، اسی کو سرفراز اور اسی کو جاری کرنے کے لئے اپنی زندگیاں وقف کر دیں گے۔ ان کی کوشش یہ ہوگی کہ جس اعتقاد اور عمل نے ان کی کایا پلٹ دی ہے وہ ساری دنیا کے ساتھ یہی سلوک کرے۔ پھر یہ اپنی زبانیں اسی کوشش میں صرف کریں گے۔ ان کے قلم کی جنبش اس کے لئے وقف ہوگی، اور جس جس چیز کا ان سے مطالبہ ہوتا جائے گا اس کو پیش کرتے رہیں گے۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے اگر یہ نوبت آجائے کہ میدانِ قتال میں اللہ تعالیٰ کے دشمنوں سے دو بدو ہونا پڑے تو خم ٹھونک کر ان کے مقابل ہوں گے اور موت کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر مسکرائیں گے۔ پھر اللہ تعالیٰ فیصلہ کر دے گا اور اس کے وعدے کے مطابق یہ فیصلہ ان ہی کے حق میں ہوگا۔ یہ نقشہ پروردگارِ عالم ان سچے مومنوں کا پیش کرتا ہے جن کا ایمان اللہ تعالیٰ کے یہاں معتبر، پروردگار کی بارگاہ میں قبول اور جس کے بدلے میں مالک کی جنتیں ان کا انتظار کر رہی ہیں، صرف یہی لوگ اپنے دعویٰ ایمان میں سچے ہیں، انہی مومنوں سے اللہ تعالیٰ نے وعدہ کیا ہے کہ دنیا میں ان کی کمزوری کو زور و قوت سے، ان کی ذات کو عذت و سرفرازی سے بدل دے گا اور ان کے ذریعہ کائنات کے معاملات کو سنوارے گا۔ یہ دنیا میں اس کی رحمت کے مستحق، اس کی نصرت کے حق دار اور آخرت میں اس کے قرب سے سرفراز، اور اس کی جنتوں کی سرمدی بادشاہتیں ان کے لئے وقف ہوں گی۔ یہ آیت ہماری دعوت کا محور ہے۔ ہم اللہ تعالیٰ کے بندوں کے سامنے یہی ایک رکھتے ہیں کہ اس کائنات کا مالک ایک پروردگار، ایک اللہ تعالیٰ ہے۔ اسی نے آسمان کو بنایا اور زمین کو بچھایا ہے، اسی کے ہاتھ میں نفع و نقصان ہے، دینا اور روک رکھنا ہے کسی اور کے پاس کچھ ہے ہی نہیں جو کسی کو دے سکے۔ سب اس کے بندے اس کی مخلوق ہیں، اس لئے صرف ایک مالک کے بندے

اور غلام بنو، اسی کی فرمانبرداری کرو، اسی کے سامنے سجدہ کیا جائے، اسی کی نذر و نیاز ہو۔ اسی سے امیدیں وابستہ کرو، اس ہی سے خوف کھاؤ، حاجتوں میں غائبانہ اسی کو پکارو۔ اس کے علاوہ جو بھی ہیں سب لاچار محض ہیں، چاہے وہ پیغمبر اور فرشتے ہوں، جن اور پری ہوں، زندہ اور مردہ بزرگ ہوں، مزارات یا قبے ہوں، قبریں یا آستانے ہوں، کسی کو دانا، کسی کو حاجت روا، کسی کو مشکل کشا، اور دستگیر نہ مانو۔

فَمَنْ يَكْفُرْ بِالطَّاغُوتِ وَيُؤْمِنْ بِاللَّهِ فَقَدِ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقَىٰ لَا انْفِصَامَ لَهَا

(البقرة: ۲۵۶) یعنی جس نے طاغوت سے کفر کیا اور اللہ تعالیٰ پر ایمان لایا تو اس نے ایسا پائیدار حلقہ پکڑ لیا جو کبھی نہ

ٹوٹے گا۔ ایمان باللہ کی اولین شرط یہ ہے کہ طاغوت سے کفر کیا جائے۔ یہ کر لیا گیا تو ایمان معتبر اور اسلام قابل قبول ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ ہم اللہ تعالیٰ کے بندوں کو اس بات کی طرف بلاتے ہیں کہ وہ آخری نبی محمد ﷺ کو دل سے اپنا آخری نبی ﷺ مان لیں۔ زبان سے اس کی گواہی دیں، اور اعمال سے اس کا ثبوت بہم پہنچائیں۔ مان لیں کہ قیامت تک ان کی شریعت اللہ تعالیٰ کا قانون ہے، ان کی ہر بات حق ہے اور اس کی پیروی لازم ہے چاہے وہ عقیدہ و خیال کا معاملہ ہو یا عبادات و اعمال کا، تہذیب و تمدن سے متعلق ہو یا سیاست و معاشرت سے، داڑھی کے بڑھانے اور ازار کو اونچا کرنے کا مسئلہ ہو یا سلح و جنگ اور بین الاقوامی تعلقات کا، ہمارے لئے ایک ہی اُسوہ ہے۔ ایمان باللہ اور ایمان بالرسول کی کھلی، بے لاگ، عریاں دعوت دینے کے بعد ہمارا یہ مطالبہ ہے کہ اس پر ایمان لاؤ، یقین محکم پیدا کرو۔ ایسا یقین جو شک و شبہ سے بالاتر ہو۔ ایسا یقین کہ تڑد اور بے اطمینانی کو اس کے اندر بار پانے کا یا رانہ ہو۔ جو چیز اللہ تعالیٰ کی کتاب اور اس کے نبی ﷺ کی سنت بتائے اس پر دل ٹھک جائے۔ زبان سے اس کا اظہار ہو اور زندگی اسی نقشہ پر استوار کی جائے۔ چاہے ساری دنیا آواز ملا کر اس کے خلاف چیخ و پکار کرے اور کائنات کا ایک ایک ذرہ برسر پیکا نظر آئے پھر بھی حق وہی ہے اور اسی کو حق پہنچتا ہے کہ قبول کیا جائے۔ اور اس کے علاوہ جو بھی ہے وہ باطل ہے، ناقابل قبول ہے، لائق رد ہے۔ پھر ہم کہتے ہیں کہ لو کہ جس دین کی صداقت پر تمہارا دل گواہ ہے جس کلمہ کو تم نے اپنے وجود کی گہرائیوں کے ساتھ قبول کیا ہے اس کو سر بلند کرنے کے لئے جان و مال کی تو انائیاں وقف کرو۔ اور اس راہ میں جس چیز کی ضرورت پیش آتی جائے اس کو پورا کرنے کے لئے آگے بڑھو۔ جسم و جان کو اس راہ پر لگاؤ اور اپنے مال کا ایک ایک جبہ اس راہ میں صرف کرنے کے لئے تیار رہو، زبان اس کے لئے استعمال ہو قلم کا زور اس راہ میں صرف کیا جائے، قدم اٹھیں تو اس کام کے لئے اٹھیں اور دل اس کی سرگرمی میں دھڑکیں۔ برابر آگے بڑھنے کی کوشش ہوتی رہے۔ لوگوں کو اس کی طرف بلاؤ۔ جمع ہو کر ایک ایسا گروہ بنو جو اللہ تعالیٰ کے لئے اپنا سب کچھ لگانے کے لئے تیار ہو جائے اور پھر اس پر جم جاؤ۔ یہاں تک کہ مالک وہ دن لے آئے جب اعلاء کلمۃ اللہ کے لئے میدان قتال میں نکلنے کی خوش بختی نصیب ہو۔ اس وقت موت کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر مسکراؤ۔ شہادت کی سعادت کو دلسوزی کے ساتھ آواز دو۔ اور اس جاں نسل کشکش کے پورے دور میں اللہ تعالیٰ کی مغفرت کی طلب، اس کی رضا کے حصول اور جنتوں کی لازوال بادشاہی کی تمنا کے علاوہ کوئی دوسرا جز بہ تمہارے دل میں موجود نہ ہو۔

طریقہ کار

ہم نے اپنے کام کے طریقہ کو بھی نکالی قرآن و سنت کا پابند

بنانے کی کوشش کی ہے۔ ہمارا یقین یہ ہے کہ **لَا يُصْلِحُ الْخَرَّ هَذِهِ الْأُمَّةُ إِلَّا مَا أَصْلَحَ أَوْلَاهَا (امام مالک)** جس طرح اس امت کے پہلوں کی اصلاح ہوئی تھی قیامت تک جب کبھی بھی اصلاح ہوگی اسی طرز پر ہوگی۔ اس کے علاوہ جو کوشش بھی ہوگی رائیگاں جائے گی۔ مالک فرماتا ہے

لَقَدْ مَنَّ اللَّهُ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ إِذْ بَعَثَ فِيهِمْ رَسُولًا مِّنْ أَنفُسِهِمْ يَتْلُوا عَلَيْهِمْ آيَاتِهِ وَيُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ ۚ وَإِنْ كَانُوا مِن قَبْلُ لَفِي ضَلَالٍ مُّبِينٍ

(آل عمران: ۱۶۴) مومنوں پر پروردگار کا فضل عظیم، احسان بے پایاں ہے کہ اس نے انہی میں سے ایک ایسا رسول بھیجا جو ان کو اللہ تعالیٰ کی کتاب پڑھ کر سنا دیتا ہے: **”وَيُزَكِّيهِمْ“** اور جوان کی خرابیوں کو دور کرتا ہے، ان کے کھوٹ کو نکال کر ان کو سنوارتا ہے، اس نقشہ پر استوار کرتا ہے جو اللہ تعالیٰ کو محبوب اور اس کا پسندیدہ نقشہ ہے **وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ** اور ان کو قرآن کی تعلیم دیتا ہے۔ اس کے معانی، اس کے مطالب، اس کے تقاضے، اس کی باریکیاں واضح کرتا ہے۔ اس انداز سے کہ وہ ان کے دل کی گہرائیوں میں اتر جائیں، اور ان کو **”حکمت“** یعنی اپنے **”اسوہ“** اپنی سنت کی تعلیم دیتا ہے وہ **”سنت“** کہ **”خیر“** جس کے اندر محدود ہے اور اس کے باہر کہیں خیر کا گز نہیں۔ ہمارے سامنے بھی یہی ایک تربیت کا طریقہ ہے۔ اس سے ہٹ کر ہمارے پاس کچھ نہیں۔ یہی ہماری ہدایت کا سامان ہے اور ہمارے صاحب سنت کی راہ ہے۔ ہم بھی لوگوں کے سامنے تلاوت قرآن کرتے ہیں، اس کا مطلب اور مدعا بیان کرتے ہیں، اس کو قبول کرنے اور مان لینے اور اس پر عمل کرنے کا جو نیک انجام دنیا اور آخرت میں ہونے والا ہے اس کی بشارت دیتے ہیں، اور نہ قبول کرنے کا جو نتیجہ نکلنے والا ہے اس سے ڈراتے ہیں۔ اس بات کو پہنچانے کے لئے بھی ہم وہی طریقہ اختیار کرنے کے قائل اور اس پر عمل پیرا ہونے کے خواہاں ہیں جو قرآن و سنت میں پایا جاتا ہے راستوں اور گلیوں میں ہماری آواز ہے:

كُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْتِ وَإِنَّمَا تُوَفَّقُونَ أُجُورَ كُفْمِ يَوْمِ الْقِيَامَةِ فَمَن زُحْزِحَ عَنِ النَّارِ وَأُدْخِلَ الْجَنَّةَ فَقَدْ فَازَ ۚ وَمَا الْحَيَاةُ الدُّنْيَا إِلَّا مَتَاعُ الْغُرُورِ (آل عمران: ۱۸۵)

یعنی لوگو! ہر شخص کو آخر کار موت کا مزہ چکھنا ہے۔ اور اصلی اور بھرپور بدلہ تو صرف قیامت کے دن ملنے والا ہے۔ اس روز جو شخص بھی جہنم کی آگ سے بچا لیا گیا اور جنت میں داخل کر دیا گیا وہی کامیاب ہوا، وہی بامراد ٹھیرا باقی دنیا کی کامیابی اور ناکامی کے جو معیار ہیں وہ خالی فریب اور سراسر دھوکہ ہیں۔ اور اے لوگو! جب معاملہ یہ ٹھیرا تو اس روز کی کامیابی حاصل کرنے کی کوشش کرو جس دن کامیاب ایسے کامیاب ہوں گے کہ پھر انھیں ناکامی کا خطرہ باقی نہ رہے گا۔ اور ناکام ایسے ناکام ٹھیریں گے، ایسے ہاریں گے کہ پھر کبھی سر نہ اٹھا سکیں گے۔

سنو! اس دن کی کامیابی حاصل کرنے کا ایک ہی طریقہ ہے اور وہ یہ کہ اپنے مالک کے بندے بن جاؤ وہ مالک جو اکیلا ہے لائٹریک ہے۔ اس کی اس طرح غلامی کرو جیسے اس کے بندے، اس کے رسول ﷺ نے خود اختیار کی تھی۔ اور اپنے ساتھیوں کو جس کی تعلیم فرمائی تھی۔ یہ آواز جس طرح ہم سڑکوں گلیوں اور بازاروں میں اٹھاتے ہیں۔ اسی طرح مسجدوں اور گھروں کے اجتماع میں بھی ہماری یہی ایک بات ہے اور اگر کسی سے اکیلے میں بات کرنا ہو تب بھی ہم یہی ایک دعوت پیش کرتے ہیں اور اس طریقے کی سند کے طور پر ہمارے سامنے نبی ﷺ کی مکہ کی گلیوں اور راستوں کی دعوت حق کا ثبوت موجود ہے، صفا کی بلندی سے ان کا فرمان اس پر دلیل ہے، زوالجناز، مجتہد، اور عکاظ کے بازاروں اور میلے اسکے گواہ ہیں، ام القریٰ انبوالے تجارتی تانلوں اور موسم حج کے زائرین تک اس بات کو پہنچانے کا اسوہ ہمارے لئے رہنما ہے۔ اس طرح گھر پر بلا کر دوسروں کے گھر جا کر اللہ تعالیٰ کی بات پہنچانا ہمیں اپنے نبی ﷺ سے ملتا ہے اور ہم ان سارے طریقوں پر عمل کرنا ضروری سمجھتے ہیں۔

زبان کے ساتھ ہمارے پیش نظر قلم کی طاقت بھی ہے اور اسے بھی ہم اللہ تعالیٰ کے دین کے معاملے میں پوری طرح استعمال کرنا چاہتے ہیں، عقائد کی صفائی، عبادات کی تعلیم، اخلاق کی درستگی، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے فریضہ کی بجا آوری کے لئے ہم قلم کو بڑا موثر زریعہ سمجھتے ہیں۔ لیکن زبان اور قلم کی ساری کوششیں اس وقت تک کامیاب نہیں ہو سکتیں جب تک عمل کی پشت پناہی انہیں حاصل نہ ہو۔ اس لئے ہمارا مطالبہ اپنے نفسوں سے پہلے اور پھر ہر شخص سے یہ ہے کہ اپنی زندگی کو اسلام کی جیتی جاگتی تصویر بناؤ جس کو تم نے حق مانا ہے اس کو اپنے عمل سے حق ثابت کر دکھاؤ اور یہ بات صرف اس وقت حاصل ہو سکتی ہے جب زندگی کے ایک ایک معاملے اور اس کی ہر ہر روش پر محمد عربی ﷺ کی سنت کا خیال رہے۔ ان کا نقش ان کا طریقہ پیش نظر ہو۔

دعوت کو اس طریقے پر پہنچانے سے ہمارا مقصد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے بندوں کو دین کی صاف، صریح، عریاں اور نکلسالی دعوت پہنچے اور ہر شخص اپنے اندر ایک خلش، ایک بے چینی محسوس کرے، لوگ اپنی زندگیوں کا جائزہ لیں اور ان کی ایک ایک خامی ان کے دل میں کانٹے کی چھن بن کر کھٹکے اور وہ اللہ تعالیٰ سے توفیق مانگ کر قرآن اور سنت کی روشنی میں اپنی زندگی کو بدلتے اسوہ نبی ﷺ کی طرف بڑھتے جائیں۔ یہ ایک لگانا کوشش ہو جو ایک لامتناہی جدوجہد کا روپ دھار لے اور آخری سانس تک جاری رہے۔ اس کے ساتھ ساتھ ہماری کوشش یہ ہے کہ جس جس پر اس دعوت کی صداقت اثر انداز ہوتی جائے جن کا دل بھی اس سے متاثر ہو اور جو بھی یہ مان جائیں کہ یہ سچی بات ہے۔ بولہ آنے صحیح دعوت حق ہے، وہ ہمارے قریب آتے جائیں ہم ان کو منظم کریں گے ان کی زندگی کے مختلف گوشوں کو کھنگالیں گے۔ لاعلمی اور نامساعد حالات کی فراوانی کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کے دشمن ماحول۔ شیطانی تہذیب و تمدن، معاشرت و سیاست کے زیر اثر، شرک و کفر و الحاد کی طغیانی اور سیلاب کی پیدا کردہ جو چیز ہم ان کے اندر پائیں گے اس کی نشان دہی کریں گے، سمجھاتے رہیں گے، ایمان دارانہ اور مشفقانہ طریقہ پر دور کرنے کے لئے ہاتھ پیر ماریں گے اور صحیح معنوں میں وہ عقائد وہ طریقے وہ خصائص، وہ انداز ان کی زندگیوں میں سمو دینے کی کوشش کریں گے جس کے بعد ایمان میں اصلی نکھار اور زندگی میں حقیقی حلاوت پیدا ہوتی ہے ہم ان کی تربیت کریں گے، ان کو قرآن اور سنت کی تعلیم دیں گے کیونکہ بغیر اس تعلیم کے یہ کام نیکو ایک

فرد کر سکتا ہے اور نہ ایک جماعت، اگر کوئی اجتماعیت اللہ تعالیٰ کے دین کا یہ کام کرنے کا عزم رکھتی ہے تو اس کو وہی روش اختیار کرنا پڑے گی جو اصحاب صفہ کی روش تھی جو ان حضرات کی روش تھی جنہوں نے اللہ تعالیٰ کے نبی ﷺ کی صحبت کی حاضری کے لئے اپنی زندگیوں کے بیشتر اوقات فارغ کر لئے تھے، ان ہی محفلوں میں وہ قرآن کی تعلیم حاصل کرتے تھے سنت سے واقفیت بہم پہنچاتے تھے تقویٰ کے انداز کا وہاں اکتساب ہوتا تھا جنت کی بشارتیں ان محفلوں میں ملتی تھی اور جہنم کی راہوں سے فرار کی تلاش سے یہیں ان کے دل معمور ہو جایا کرتے تھے۔ یہ ہمارا پختہ یقین ہے کہ دین کا کوئی کام، کوئی دعوت کوئی کوشش اس وقت تک کامیاب نہیں ہو سکتی جب تک اس دعوت کے حامل، اس سے متاثر ہونے والے اسی اصلی سرچشمہ ہدایت کی طرف رجوع نہ کریں جو قرآن و سنت پر مبنی ہے۔ اس لئے ہماری کوشش یہی ہے انشاء اللہ برابر رہے گی آخری وقت تک رہے گی۔ کہ دنیا کا ایک ایک شخص اللہ تعالیٰ کی کتاب کا جاننے والا اور اللہ تعالیٰ کے نبی ﷺ کی سنت کا وائف بن جائے۔ یہ تو ہمارے پیش نظر ہے۔ باقی ہم کہاں تک کیا کر پائیں گے یا کس میں کس حد تک جانے کی استعداد موجود ہے۔ یہ بات ہم اپنے مالک پر چھوڑتے ہیں لیکن ہم اس پر یقین ضرور رکھتے ہیں کہ اصلی فرما برداری اور حقیقی تقویٰ اس وقت تک پیدا نہیں ہو سکتا جب تک اللہ تعالیٰ کے دین کا علم حاصل نہ ہو۔

إِنَّمَا يَخْشَى اللَّهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمَاءُ (فاطر: ۲۸) یعنی اللہ تعالیٰ سے صحیح طور پر تو صرف علم والے بندے ہی خوف کھاتے ہیں ہماری یہ کوشش ہے کہ ایک چراغ سے دوسرا چراغ جلتا جائے ہم تعداد میں اضافے کے خواہشمند ضرور ہیں لیکن اتباع سنت کے معیار سے سرموٹنے کے لئے تیار نہیں ہیں ہم کہتے ہیں کہ جو شخص بھی اس بات کو پیش کرنے کے لئے جس قدر تڑپ رکھتا ہے اسی قدر اس پر لازم ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے نبی ﷺ کی سنت کا چلتا پھرتا نمونہ بننے کی کوشش کرے۔ اور یہ کم سب سے مشکل کام ہے چاہے ہم اپنے اندر اس کی سکت نہ پائیں مگر کام کرنے کا طریقہ یہی ہے اور ہم اللہ تعالیٰ کی توفیق اس کی رحمت کے امیدوار بن کر اور یہ سمجھ کر اس کے علاوہ اگر ہم نے کسی اور طرف رخ کیا یا اپنی طرف سے کچھ ڈھیل دینے کی کوشش کی تو یہ اسلام کے ساتھ غدر اور اپنے مالک کے ساتھ بیوفائی ہوگی۔ اور آخر ہم اپنے نفوس کو پروردگار کی پکڑ سے نہ بچا سکیں گے ہم اس راستہ پر جم جانا چاہتے ہیں ساتھ ساتھ ہم لوگوں کو یہ بات بھی یاد دلاتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے بندو! جہاں ایمان تمہارا سب سے بڑا طاقت کا منبع ہے وہاں ایمان ہی کا تقاضہ یہ بھی ہے کہ رُہ اختیار کیا جائے، دنیا کے مقابلے میں آخرت کو ترجیح دی جائے اور وہی ہمیشہ نگاہ میں رہے اور اسی طریقہ کی پیروی ہو جو محمدؐ عربی کا تھا جس کو ابو بکرؓ نے اختیار کیا تھا۔ کیونکہ تمہارے اپنے نبی ﷺ کی زبان میں:

أَوَّلُ صَلَاحٍ هَذِهِ الْأُمَّةِ الْيَقِينُ وَالزُّهْدُ ترجمہ: اس امت کی اولین اصلاح ایمان اور زہد میں ہے یعنی اصلاح کے لئے ایمان کے بعد زہد سب سے ضروری چیز ہے جب تک زہد پیدا نہ ہو اور دنیا چھائی رہے اس وقت تک ہر کوشش بیکار اور عمل رائگاں ہے حدیث کے الفاظ یہ ہیں

يُوشِكُ الْأُمَمُ أَنْ تَدَاعَى عَلَيْكُمْ كَمَا تَدَاعَى الْإِلَى فَسَعَيْهَا فَقَالَ قَائِلٌ وَمِنْ

قَلِيلٌ نَحْنُ يَوْمَئِذٍ قَالَ بَلْ أَنْتُمْ يَوْمَئِذٍ كَثِيرٌ وَلَكِنَّكُمْ غُثَاءَ السَّيْلِ وَلَيَنْزِعَنَّ اللَّهُ مِنْ صُذُورِ عَدُوِّكُمْ الْمَهَابَةَ مِنْكُمْ وَلَيَقْضِرَنَّ فِي قُلُوبِكُمُ الْوَهْنَ قَالَ قَائِلٌ يَا رَسُولَ اللَّهِ وَمَا الْوَهْنُ قَالَ حُبُّ الدُّنْيَا وَكَرَاهِيَةُ الْمَوْتِ (رواه ابو داؤد) یعنی آج تم طاقتور نظر آ رہے

ہو تمہاری جمیعت منظم ہے، تم سرفراز، کامران اور سر بلند ہو، عزت تمہارے قدم چوم رہی ہے لیکن **يُوشِكُ الْأَمَمُ أَنْ تَدَا**

عَىٰ عَلَيْكُمْ كَمَا تَدَا عَىٰ الْاِكَلَةِ إِلَىٰ قَسْعَتِهَا قریب ہے وہ زمانہ کہ اللہ تعالیٰ کے باغی گروہ اور اسلام کے دشمن قویمیں تم کو ہڑپ کر جانے کے لئے تمہارے حصے بخرے کرنے کے لئے تمہاری ہڈیاں چبا جانے کے لئے ایک دوسرے کو اس طرح آواز دیں گی جیسے کہ دسترخوان پر بیٹھی ہوئی جماعت اپنے بڑے پیالے پر اپنے ساتھیوں کو آواز دیتی ہے کہ اھر آؤ۔ یہاں ترنوالہ ملیگا۔ اس طرح سے تمہارے اوپر اللہ تعالیٰ کی باغی قویمیں یلغار کریں گی ایک دوسرے کو آواز دیں گی۔ یہ سننے کے بعد کہ ایسا زمانہ بھی آجائے گا یہ بھی ہوگا کہ اسلام جیسی جہاں کشاطقت والی امت اس طرح سے کمزور اور فرومایہ بن جائے گی **وَمِنْ**

قَلِيلٌ نَحْنُ يَوْمَئِذٍ ایک صحابیؓ نے دریافت فرمایا کی اے اللہ تعالیٰ کے نبی ﷺ یہ افتاد جو ہم پر پڑے گی یہ جو ہماری دُرگت بن جائے گی کیا اس وجہ سے ہوگی کہ ہم اس زمانے میں تعداد کم ہوں گے **بَلْ أَنْتُمْ يَوْمَئِذٍ كَثِيرٌ** جواب ملا (کم کہاں)

تمہاری تعداد تو گنتی کے لحاظ سے بے حساب ہوگی **وَلَكِنَّكُمْ غُثَاءَ السَّيْلِ** تم کثرت کے لحاظ سے سیلاب کے جھاگ کی طرح ہو گے لیکن اس کثرت کے باوجود کمزور اور کم مایہ ایسے کی جھاگ کی طرح جو ایک تندوتیز ہوا کے جھونکے کے سامنے پھوٹ بہتا ہے، تمہارا بھی یہی حال ہو جائیگا کمزور اور بے طاقت بن جاؤ گے اور تمہاری اس کمزوری کی وجہ سے **وَلَيَنْزِعَنَّ**

اللَّهُ مِنْ صُذُورِ عَدُوِّكُمْ الْمَهَابَةَ مِنْكُمْ پروردگار عالم تمہارے دشمنوں کے دلوں سے تمہارے ہیبت اور مہابت کو نکال دے گا اب تمہارا رعب اور تمہارا خوف ان پر باقی نہ رہے گا، اب وہ تم سے نہ ڈریں گے اور اس کے بجائے **وَلَيَقْضِرَنَّ**

فِي قُلُوبِكُمُ الْوَهْنَ تمہاری دلوں میں پروردگار عالم ”وہن“ کی بیماری کو پیوست کر دے گا اور پھر تمہاری یہ دُرگت بنے گی **قَالَ قَائِلٌ يَا رَسُولَ اللَّهِ وَمَا الْوَهْنُ** دریافت کرنے والے نے دریافت کیا کہ اللہ کے رسول یہ ”وہن“ کون سے بیماری ہے جو اس طرح سے ملت کو تپٹ کر ڈالے گی، آپ ﷺ نے فرمایا

قَالَ حُبُّ الدُّنْيَا وَكَرَاهِيَةُ الْمَوْتِ یہ ایک مرکب بیماری ہے، دنیا کی محبت اور اللہ تعالیٰ کی راہ میں ملنے والی شہادت کی موت کی کراہت سے مل کر بنتی ہے۔ یعنی یہ امت دنیا پر فریفتہ ہو جائے گی۔ مال و دولت: ساز و سامان، کام و دہن کی

لذت، جسم و جان کی آسائش، آنکھوں کے نظارے، کان کے سریلے بول، سواریاں اور مکان، بانٹ اور جشمے، سونا اور چاندی، عمارتیں اور محلات اس کے پیش نظر رہیں گے، اور اللہ تعالیٰ کے دین، اس کی سر بلندی، اس کے راستے میں جان کھپانے اور انجام کار اس راہ میں سردے کر خر و ہو جانے سے بھاگے گی۔ لوگ کہتے ہیں کہ زبان صادق کہ یہ بات سچ ہو کر رہی، وہ کچھ ہو کر رہا جس کا ڈرا دیا گیا تھا۔ یہ دنیا آج صحیح العقیدہ مسلمانوں تک پوری طرح چھا گئی ہے اس لئے ایمان باللہ کے ساتھ ساتھ ہم لوگوں کو یہ پیغام بھی دیں گے کہ دنیا سے زہد اختیار کرو اور دنیا کے بجائے آخرت کی بازی کھیلو، اللہ تعالیٰ تمہارا حامی و ناصر ہے۔ یہ ساری بات تو ہم ان سے کہتے ہیں جو اپنے کو کمہ کو کہتے ہیں۔ مسلمان کہلائے جاتے ہیں گویا ہمارا ان سے کہنا یہ ہے کہ

﴿تَعَالَوْا إِلَىٰ كَلِمَةٍ سَوَاءٍ مِّنْ بَيْنِنَا وَبَيْنَكُمْ أَلَّا نَعْبُدَ إِلَّا اللَّهَ وَلَا نُشْرِكَ بِهِ شَيْئًا وَلَا

يَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا أَرْبَابًا مِّنْ دُونِ اللَّهِ﴾ (آل عمران: ۶۴) (ترجمہ: آؤ ایک ایسی بات کی طرف جو ہمارے اور تمہارے درمیان یکساں ہے۔ یہ کہ ہم اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کی بندگی نہ کریں اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھیرائیں۔ اور ہم میں سے کوئی اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو اپنا رب نہ بنائے) باقی رہے وہ جو اللہ تعالیٰ ہی کو نہیں مانتے یا ایک سے زیادہ مالکوں کے پجاری ہیں ان کے سامنے ہمارا کہنا یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے بندو! کیا زمین اور آسمان کا یہ نظام، صبح و شام کی یہ گردش، ہواؤں کی یہ چلت پھرت، بارشوں کا برسا، انسان کی اپنی پیدائش، اس کا شباب، اس کا بڑھاپا اور اس کی موت کیا اس بات پر گواہ نہیں کہ یہ کائنات بے مالک نہیں ہے، اور کیا بے مالک کائنات کے اندر، اتفاقات پر مبنی اور حادثات سے بن جانے والی کائنات کے اندر کبھی یہ نظم ہو سکتا ہے، یہ ہم آہنگی پائی جاسکتی ہے، اور کیا یہ ساری باتیں اس بات پر بھی گواہ نہیں ہیں کہ کائنات کا ایک اور صرف ایک ہی مالک ہو سکتا ہے اور ہے۔ ورنہ نظام کی یہ یکسانی جو آج نظر آ رہی ہے ایک لمحہ باقی نہ رہے، چاند اور سورج ٹکرا جائیں صبح و شام کے اندر جنگ چھڑ جائے، ہر شق و مغرب مل جائیں، بادل کبھی نہ برسیں اور اگر یہ بات حق ہے تو لوگو اس بات کو مان لو کہ کائنات کا بنانے والا، اس کا آتما، اس کا مدبر، ایک ہی پروردگار ایک ہی مالک ہے۔ یہ بات اگر تمہارے دل کو لگ جائے تو یہ ہماری نہیں بلکہ قرآن اور سنت کی بات ہے اُن کو پڑھو، ان پر غور کرو تمہارا دل خود پکاراٹھے گا کہ اس کتاب کا فرمانا حق اور بجا ہے، اور اس سنت کی رہنمائی حقیقی رہنمائی ہے اور یہ کہ تمہیں ایک روز مرنے کے بعد پھر اٹھنا ہے اور اٹھنے کے بعد حساب و کتاب کی باری ہے۔ اور یہ حساب و کتاب صرف اس بنیاد پر ہوگا کہ تم نے اس دین کو مان کر اس پر عمل کیا تھا یا اس کے خلاف گئے تھے۔ اس ایک بات پر تمہاری زندگیوں کا دار و مدار ہے۔ اگر یہ ثبوت پیش کر پائے کہ ہاں تم نے اس کو مانا تھا اس پر عمل کیا تھا تو اس کے بعد ہمیشہ کی بادشاہی ہے۔ نہ ختم ہونے والی جنتیں ہیں تم ان لوگوں کے ساتھ ہو گے جو تم سے پہلے ایمان کی راہ پر چل چکے ہیں۔ اور ان سے تمہارا پیچھا چھوٹ جائے گا جو اللہ تعالیٰ کے باغی تھے اور قیامت کے دن آگ جن کی قیام گاہ بنے گی، تپٹ ہوتے رہیں گے۔ نکلنے کی کوئی راہ نہ پائیں گے۔

ہم اس طریقے پر کام کرنے کے بعد امید رکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہمارے راستے کھول دے گا ہم پر رحمت فرمائے گا۔ اپنے بندوں کی

توحید کی طرف آنے کی توفیق بخشے گا۔ رسالت کے پیغام کو وہ قبول کریں گے۔ اللہ تعالیٰ کے دین کی سر بلندی کے لئے ان کی کوششیں وقف ہوں گی، پھر ان کی شکل و صورت بدلے گی۔ لباس بدلیں گے، گھربار کے طور طریقوں میں انقلاب آئے گا، معاش میں حلال و حرام کی قیدیں لگیں گی تہذیب و تمدن و معاشرت و تعلیم اللہ تعالیٰ کا رنگ اختیار کریں گے، ظلم و جور کا خاتمہ ہو جائے گا، بے حیائی و بے پردگی کے مٹانے والے دنیا کو لکھائیں گے، اور آخر کار نسا و کاجنازہ اٹھ جائے گا۔ پھر یہی اللہ تعالیٰ کے بندے جو آج دنیا پر قربان ہوئے جا رہے ہیں، پروردگار کی جنتیں حاصل کرنے کے لئے اپنی جانیں کھائیں گے۔ اور پھر وہ دور سعید آئے گا جس کے انتظار میں دھرتی کی آنکھیں راہ تکتے تکتے پتھر اگئی ہیں، وہ دور جس کی بشارت زبان نبوت پہلے سے دے چکی ہے۔ یہ چیز ہمارے پیش نظر ہے۔ رہی یہ بات کہ ہماری اس دعوت کا انجام کیا ہوگا تو ہم اللہ تعالیٰ سے خیر ہی کی امید رکھتے ہیں۔ ہم پروردگار کے مہر و سے پر **لَوْ مَہ**

لَا اِیْم سے بے خوف ہو کر یہ کوشش کر دیکھنا چاہتے ہیں۔ کیا عجب کہ مالک ہم کو اس راہ میں استقامت بخشے، صبر و شکیبائی کی توفیق دے۔ پھر اللہ تعالیٰ کے دین کے راستے کھلیں، اللہ تعالیٰ کی کتاب اور اس کے نبی ﷺ کے طریقے کو قبول کرنے والے میسر آ جائیں۔ اور پھر یہ تافلہ چل نکلے، دنیا میں اس کے سر بلنی اور سرفرازی حاصل ہو، اور آخرت میں کامرانی اس کا استقبال کرے۔

آخر میں ہم اس بات کو بھی صاف کر دینا چاہتے ہیں کہ ہم سے یہ سوال بھی ہو سکتا ہے اور ہو رہا ہے کہ جب تمہارے اپنے ملک میں دین کے کام کے لئے اجتماعی کوششیں ہو رہی ہیں تو تم نے ان سے دُور رہ کر اپنی مسجد الگ کیوں بنائی ہے، اس بات کا جواب ہمارے پاس یہ ہے کہ ہماری نگاہ میں اس ملک کے اندر دو (۲) بڑے اجتماعی دینی کام ہو رہے ہیں ان میں سے ایک کے متعلق ہماری پختہ رائے یہ ہے کہ وہ اجتماعیت خالص اور نکسالی قرآن و سنت کے بجائے اسلام اور تصوف کے ملے جلے طریقہ کو زیادہ پسند کرتی ہے اور اپنے وابستگان کو بھی اسی رنگ میں رنگنے پر مصر ہیں، یہ مراقبہ، مکاشفہ، اور مشاہدہ کا میدان ہے اور دین خالص اس راہ میں قدم رکھنا بھی کووارہ نہیں کر سکتا۔ یہاں اللہ تعالیٰ کا نیک بندہ مرتا نہیں ہے بلکہ نقل مکانی کر جاتا ہے اور پھر اس کا رگہ و عالم میں تصرفات کا ایک لامتناہی سلسلہ شروع کر دیتا ہے۔ یہ ایک خالص مشرکانہ نظریہ ہے۔ ہم اپنی اس رائے کی صداقت کے ثبوت میں اس اجتماعیت کا اپنا تحریری مواد پیش کرنے کی اجازت چاہتے ہیں جس کو یہاں حرف آخر ہونے کا درجہ حاصل ہے اس میں آپ پائیں گے کہ نبی ﷺ اپنی قبر سے نکل کر مرے ہوئے سودخور حاجی کے چہرے پر ہاتھ پھیرتے ہیں اور اس چہرے کی سیاہی نورانیت سے بدل جاتی ہے۔ یہیں آپ کو ملے گا کہ مُلا جامی جب اپنی نعت پڑھنے کی غرض سے قبر نبی ﷺ پر جانے لگے اور نبی ﷺ کو یہ خدشہ پیدا ہوا کہ اگر وہ میری قبر پر آ کر اس نعت کو پڑھے گا تو مجھے مجبوراً قبر سے باہر ہاتھ نکال کر مصافحہ کرنا ہوگا تو آپ ﷺ نے مکہ کے والی کو

منع کر دیا کہ **جامی** ہرگز مدینہ نہ آنے پائے (فضائل درود، مولوی زکریا صاحب) یہ اور اس قسم کے بے حساب و

واقعات اور نظریات جو اس جماعت کے نصاب میں داخل ہیں اسلام کی روح کے منافی ہیں اس وجہ سے ہمارے لئے اس کے علاوہ چارہ نہیں کہ ہم اس کام سے بالکل الگ رہیں۔ رہی دوسری اجتماعیت تو ہمارے اور ان کے تصور تو حید سنت میں زمین و آسمان کا فرق ہے ہمارا ایمان یہ ہے کہ

قُلْ لَا يَعْلَمُ مَنْ فِي السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ الْغَيْبَ إِلَّا اللَّهُ (النمل: آية ۶۵)

(کہنے کہ غیب کی باتیں کوئی نہیں جانتا مگر ایک اللہ تعالیٰ) اور یہ بھی کہ رحمہ مادر میں جو کچھ آچکا ہے اس کو بھی کوئی نہیں جانتا (قلمن ۳۴) لیکن اس جماعت کے بانی اپنی خودنوشت سوانح عمری میں اپنی پیدائش کے بارے میں تحریر فرماتے ہیں کہ میری پیدائش سے تین سال پہلے ایک بزرگ نے میرے والد کو ایک لڑکے کی بشارت دی تھی اور کہا تھا اس کا نام ابوالاعلیٰ رکھنا، والد صاحب نے اس بات کو مان کر میرا نام یہی رکھا (صفحہ ۵۱ تصوف اور تعمیر سیرت۔ اسلامک پبلیکیشنز لمیٹڈ لاہور)

اس طرح آپ کا یہ فیصلہ بھی ہے کہ اگر کوئی شخص ولی اللہ کی قبر پر زور زور سے پکار کے اپنے حق میں دعا کرنے کی درخواست کرے تو اس صورت میں اعتقاد کی خرابی تو لازم نہ آئے گی مگر یہ اندھیرے میں تیر چلانا ہوگا..... اور آپ کا یہ ارشاد بھی ہے کہ روحیں قبروں میں آتی جاتی رہتی ہیں (فاران توحید نمبر صفحہ ۸۲-۸۳) اور رسائل و مسائل حصہ سوم صفحہ ۳۶۹) ہم ان مشرکانہ عقائد سے برأت کا

اعلان کرتے ہیں۔ سنت کے معاملے میں بھی ہم اور وہ ایک نگاہ نہیں رکھتے ہم نے ”الحجرات“ کی جس آیت کو اپنی

دعوت کا محور بنایا ہے وہ یہ ہے: **اِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ الَّذِينَ اٰمَنُوا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهِ ثُمَّ لَمْ يَرْتَابُوْا وَجَآهَدُوْا بِاَمْوَٰلِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اُولٰٓئِكَ هُمُ**

الصّٰدِقُوْنَ (الحجرات ۱۵) یعنی اللہ تعالیٰ پر ایمان کے ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ کے آخری رسول محمد عربی ﷺ پر

مومن پختہ ایمان لائیں۔ اس لئے ہم مجبور ہیں کہ قیامت تک اپنی آخری نبی ﷺ کی سنت کے علاوہ کسی دوسرے نبی کی سنت پر ہمارا عمل نہ ہوگا۔ گویا ہم سارے انبیاء کی سنتوں کو صحیح اور درست ماننے کے باوجود عمل کے لئے صرف ایک سنت کو جو محمد ﷺ کی سنت ہے لازمی سمجھتے ہیں لیکن ہمارے یہ بھائی اپنی دعوت میں اللہ تعالیٰ کی بندگی اور انبیاء علیہم السلام کی پیروی کرنے کا بلاوا دیتے

ہیں۔ اس طرح سے ان کے اتباع سنت کے تصور میں کہیں زیادہ وسعت ہے بلکہ **اَطِيعُوا اللّٰهَ وَاَطِيعُوا الرَّسُوْلَ**

کے تحت ہم اللہ تعالیٰ کے آخری رسول ﷺ کی اطاعت ہی کو درست سمجھتے ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے محمد ﷺ کو مبعوث کرنے کے بعد اپنے بندوں کو صرف ایک ہی نبی ﷺ کی سنت کی پیروی کرنے کا حکم دیا ہے اور نبی ﷺ نے تو یہاں تک فرما دیا کہ موسیٰ علیہ السلام بھی اب اگر آجائیں تو ان کو بھی میری ہی پیروی کرنا پڑے گی۔ اس لئے ہم سمجھتے ہیں کہ دعوت کے اس نکتہ کی وجہ سے سنت محمدی

کی اتباع وہ شدید قید باقی نہیں رہتی جس کے باقی رہنے پر ہی صحیح اسلامی سیرت کی تعمیر ممکن ہے۔ ہمارا دوسرا اختلاف ان بھائیوں سے یہ ہے کہ اسلام تو اقامت دین اور اعلاء کلمۃ اللہ کے لئے جہاد فی سبیل اللہ کے الفاظ استعمال کرتا ہے مگر ان کی دعوت جہاد فی سبیل اللہ کا نام لئے بغیر یہ کہتی ہے کہ ”دنیا کی زمام کار اللہ سے پھرے ہوئے لوگوں کے ہاتھ سے لیکر مومنین صالحین کے ہاتھ میں دے دو“ اگر صرف زمام کار کی منتقلی کا مسئلہ ہوتا اور یہ نہ ہوتا کہ یہ منتقلی عملاً کس طرح وجود میں لائے جائے گی تو اس کے لئے متعدد طریقوں کا ہونا ممکن ہے۔

ایسا طریقہ بھی ہو سکتا ہے جس میں تو حید، رسالت اور آخرت کی نظریاتی اور عملی جنگ میں پڑے بغیر لوگوں کو اپنا گرویدہ بنالیا جائے اور ان کی رائے کی اکثریت سے زمام کار کی منتقلی عمل میں لائی جائے۔ یہ طریقہ پر امن بھی ہے اور محفوظ بھی، کیونکہ اس میں اس بات کی کوئی ضرورت نہیں کہ تو حید خالص کا وہ غرہ بلند کیا جائے جو محمد ﷺ اور ان کے ساتھیوں نے مکہ میں بلند کیا تھا اور جس کی پاداش میں خود ان کا گہوارہ آتش کدہ بن گیا تھا۔ ہم اس سے پہلے بھی کہ چکے ہیں اور پھر کہتے ہیں کہ سنت کے ٹھیکہ حقائق سے صرف نظر کر کے سنت اللہ کو بدلنا ناممکن نہیں ہے۔ اگر وہ پورا کام کرنا ہے جو اللہ تعالیٰ کے آخری نبی ﷺ نے کیا تھا تو اس کو اسی طرح سے کرنا ہوگا۔ وہی تو حید خالص کی دعوت اٹھے گی، وہی مخالفتیں چمکیں گی، وہی آزمائشوں کی بھٹیاں بھڑکائی جائیں گی، وہی جان گسل کش مکش وجود میں آئے گی وہی غربت اور ہجرت کے مقامات آواز دیں گے وہی تھوڑے سے لوگ اپنے سے کہیں زیادہ جمعیت کا مقابلہ خالص اللہ تعالیٰ کے بھروسے پر کریں گے، اور وہی قتال فی سبیل اللہ کا فیصلہ کن معرکہ وجود میں آئے گا جو آخر کار اسلام کی فتح اور کفر شرک کی رسوائی پر ختم ہوگا۔

ہم ہر اس شخص کو جو اعلاء کلمۃ اللہ کا دعویٰ ارہو اور پہلے ہی قدم یہ اعلان کر دے کہ ہم اس کلمہ کو رائے شماری کے ذریعہ سر بلند کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں، یہ حق تو دیتے ہیں کہ وہ اس طریقہ کو اپنا پسندیدہ طریقہ بتلائے لیکن واللہ اس کو یہ کہنے کا حق نہیں پہنچتا کہ یہ اللہ تعالیٰ کا مقرر کردہ طریقہ ہے، یہ وہ طریقہ ہے جس کو محمد ﷺ نے اختیار کیا تھا کیونکہ یہ طریقہ تو صرف اسی کا طریقہ ہو سکتا ہے جو رائے عامہ کو بہر حال اپنے حق میں باقی رکھنے پر مصر ہو۔ اور تو حید کی خالص اور عریاں دعوت سے جو مضمر اور تباہ کن اثرات، اس رائے عامہ پر پڑ سکتے ہیں اس سے پوری طرح باخبر ہوتے ہوئے اجتناب کرے۔

یہ سب کچھ ہم نے صرف اس یقین پر پیش کیا ہے کہ ہماری دعوت حق اور ہمارا کام صحیح ہے۔ آخر میں ہماری دعا ہے کہ مالک ہماری رہنمائی فرما، ہماری خطاؤں سے درگزر کر، ہمیں توبہ کی توفیق ملے، دنیا کی زلف و رسوائی سے نجات دے، جہنم کی سختیوں سے بچا کر ہمیں جنت کی لازوال بادشاہتوں کے سپرد کرے۔ آمین

مسجد توحید، توحید روڈ، کیماروی، کراچی